Lesson 6: Al-Isra (Ayaat 66- 77): Day 24 سُورَۃُ بَنِیٓ اسرآئیل / الإسراء کی تفسیر

پچھلی آیات میں جو انسان کو بزرگی دی گئی اس کا ذکر تھا۔ اب اگلی آیات میں وحی کا ذکر ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو انسان کو انسان بناتی ہے۔ وحی پر عمل کرنے والے لوگ ہی اللہ تعالی کی راہنمائی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالی نے انبیاء کرام کے لئے ایک خاص قسم کی حفاظت کا انتظام کیا ہوتا ہے۔ لوگ ان پر پریشر ڈال کر اللہ کی بات میں تبدیلی نہیں کرواسکتے، اس بات کو "عصمت انبیاء" کہتے ہیں۔

وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَفۡتِنُوۡنَكَ عَنِ الَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ لِتَفۡتَرِىَ عَلَيۡنَا غَيۡرَهٗ ‌ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوۡكَ خَلِيۡلًا ﴿۷۳﴾

اے محمدؐ، ان لوگوں نے اِس کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کہ تمہیں فتنے میں ڈال کر اُس وحی سے پھیر دیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے تاکہ تم ہمارے نام پر اپنی طرف سے کوئی بات گھڑو اگر تم ایسا کرتے تو وہ ضرور تمہیں اپنا دوست بنا لیتے۔

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰكَ لَقَدۡ كِدْتَّ تَرۡكَنُ اِلَيۡهِمۡ شَيۡـئًـا قَلِيۡلًا ۙ ﴿۷۴﴾

اور بعید نہ تھا کہ اگر ہم تمہیں مضبوط نہ رکھتے تو تم ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے۔

ان کی طرف جھک جاتے تو پھر کیا ہوتا۔

اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَـكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا ﴿۷۵﴾

لیکن اگر تم ایسا کرتے تو ہم تمہیں دنیا میں بھی دوہرے عذاب کا مزہ چکھاتے اور آخرت میں بھی دوہرے عذاب کا، پھر ہمارے مقابلے میں تم کوئی مددگار نہ پاتے۔

آپ کی تو مدد نہ ہوتی لیکن دوسرے لوگ جو آپؐ کو مجبور کر رہے تھے ان کے ساتھ کیا ہوتا۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٧٦﴾

اور یہ لوگ اس بات پر بھی تلے رہے ہیں کہ تمہارے قدم اِس سرزمین سے اکھاڑ دیں اور تمہیں یہاں سے نکال باہر کریں لیکن اگر یہ ایسا کریں گے تو تمہارے بعد یہ خود یہاں کچھ زیادہ دیر نہ ٹھیر سکیں گے۔

ان تین آیات میں اتنی شدت ہے کہ پڑھتے ہوئے دل ہل جاتا ہے۔ان آیات میں مکی دور کے آخری ایام کے اُن حالات کی جھلک ہے کہ جب حق اور باطل کی کشمکش اس انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ حالات بہت نازک رخ اختیار کر چکے تھے۔ ہر طرح کی تکالیف اور آزمائشوں کے بعد بھی مکہ والے ہمت ہارتے ہوئے نہیں دکھتے۔ اب وہ حالات تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ یہاں ایک درمیان کا انٹرفیس ایسا گزرا جہاں مکہ والوں نے یہ چاہا کہ چلو ان کے ساتھ سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ اسی لئے مکی دور کو سمجھوتوں کا دور کہتے ہیں۔ لہٰذا مکہ والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ آفرز دیں۔ جس میں ایک یہ تھی کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کو پوجیں، تو پھر دوسرے سال ہم آپکے خدا کو پوجیں گے۔ اگر آج کے دور میں دیکھا جائے تو یہ آفر بڑی انسان دوست لگتی ہے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ کافرون نازل کر دی قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿١﴾ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٢﴾ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ﴿٣﴾ گویا کہ ایک سال کی بات بھی نہیں مانی۔ اس کے بعد مکہ والوں نے کہا کہ آپ ہمارے بُتوں کو ایک مہینہ پوج لیں تو ہم آپ کے خدا کو ایک سال پوجیں گے۔ یہ بات بھی نہ مانی گئی۔ حتیٰ کے ہوتے ہوتے مکہ والے اس بات پر آگئے کہ آپؐ ہمارے بتوں پر صرف

ایک دفعہ ہاتھ پھیر دیں تو ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں چونکہ ایمان کی محبت تھی اور اسلام کی محبت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تڑپ تھی کہ سب مسلمان ہو جائیں۔ آپؐ کے دل میں خیال آیا ہو گا کہ چلو بُتوں پر ہاتھ پھیرنے سے کیا فرق پڑتا ہے میں مان تو نہیں رہا اور نہ ہی پوج رہا ہوں۔ صرف ان کی خوشی کے لئے قریب تھا کہ آپ ایسا کر دیتے تو پھر یہ آیات نازل ہو گیں کہ وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۖ آپ کیسے ان کے فتنے میں آ گئے۔ کیوں کہ اگر ایک پانی کے چشمے کے اندر زہر کی ایک چٹکی بھی ڈل دی جائے تو پورا چشمہ زہریلا ہو جاتا ہے۔ آج کے دور میں بھی یہی کوششیں ہیں۔ جو کل کا فتنہ تھا، وہی آج کا فتنہ ہے۔ کسی کو برا نہ کہو، جو سب کر رہے ہیں وہی ٹھیک ہے۔ کسی کو کچھ نہ کہو، بس سب کو اچھے اچھے کام کرنے دو۔ بالکل یہی فتنہ آج کے دور میں ہے۔ جو ان تین آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

ایک جملہ لکھ لیجئے کہ کفر بہت سارے اسلام کو اپنے اندر جذب کر سکتا ہے۔ لیکن اسلام کفر کا ایک اونس بھی قبول نہیں کر سکتا۔

مثال۔ صاف پانی کا ایک چشمہ ہے۔ اگر اس میں ایک گلاس پانی یا کیچڑ یا شراب کا ڈال دیا یا کسی گندی چیز کا ڈال دیا تو وہ پانی پینے کے قابل کبھی نہیں رہے گا۔

اس کے برعکس ایک کیچڑ بھرے پانی کا جوہڑ ہو اور اس میں ایک ڈول زمزم کا ڈال دیں، تو اس کا کیا بگڑنا ہے۔ یہی بات آج کے دور کی ہے۔ اسلام ایک مضبوط دین ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ لوگوں کو اسلام بہت کھٹکتا ہے۔ جب لوگ اسلام والوں کو ڈرا نہیں پاتے تو پھر تنگ آ کر وہ اس قسم کی باتیں پیش کرتے ہیں کہ ٹھیک ہے قرآن تو پیش کرو لیکن اس میں لچک پیدا کرو۔ یہی بات پیچھے سورۃ یونس آیت

نمبر 15 میں گزری ہے ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ آیا تو اس پر کوئی مختلف قرآن لے آؤ اَوۡ بَدِّلۡهُ یا اس کو بدل دو۔ آج بھی لوگوں کا یہی مسئلہ ہے۔ ان کو وہ قرآن نہیں چاہیے جو صحابہ پڑھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ آج کے دور کے مطابق کوئی چینج شدہ ایڈیشن لے کے آؤ، جس میں سود بھی حلال ہو، شراب بھی پی لی جائے اور حجاب تو بالکل بھی نہ ہو۔ اگر یہ کر لو تو ہم مان جائیں گے۔ پیچھے ہم نے پڑھا کہ مطالبے مانگ رہے تھے۔ یہ نشانی، وہ نشانی، پھر مان لیں گے۔

یہ بات بہت عام ہو چکی تھی، تو اب کہتے تھے کہ ٹھیک ہے ہم مان لیں گے اگر آپ ہمارے کہنے پر اس کتاب میں چینج کر لیں۔ قرآن کا یہی نقطہ تو آج لوگوں کو پسند نہیں آتا۔ اسی کو لوگ کہتے ہیں کہ یہ فنیٹک ہو گیا ہے، یہ ان کمپر ومائزنگ ہو گیا ہے، یہ وقت کے حالات کے مطابق نہیں چلتے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اگر آپ نے ان کی کہی ہوئی باتوں پر عمل کیا ہوتا تو آپ ان کی طرف سے آئے ہوئے فتنے کا شکار ہو جاتے۔ آج وہ مسلمان جو غیروں کو خوش کرنے کے لئے متفق علیہ حقائق کو چیلنج کر رہے ہیں، متفق حقائق سے مراد کیا ہے جیسے آج تک چودہ سو صدیوں میں کبھی مسلمانوں نے پردے کو چیلنج نہیں کیا تھا کہ پردہ ہے یا نہیں ہے۔ نماز کبھی چیلنج نہیں ہوئی تھی، حتیٰ کہ جس سوسائٹی میں اسلام اتر رہا تھا وہاں تو سارے دشمن تھے، کسی ایک نے بھی اللہ کے نبی کے کردار پر سوال نہیں اٹھایا تھا۔ آپؐ کی بیویوں پہ، حضرت عائشہ صدیقہ کی آپ سے شادی پہ اور آپ کی چار سے زیادہ بیویوں پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔

ناسخ اور منسوخ کچھ آیتیں ہوتی تھیں۔ یہود نے کچھ شوشے اٹھائے لیکن مکہ والوں کو اس سے کوئی چڑ نہیں تھی۔ شراب حرام ہوئی لیکن کوئی ایک بھی ری ایکشن اس سوسائٹی میں نہیں اٹھا کہ شراب

کیوں حرام کی ہے اور پردہ تو کرتے کرتے تدریجاً نقاب تک پہنچا۔ کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ تیرہ سو سال پہلے تک ان موضوعات پر کوئی بات بھی نہیں کرتا تھا۔ آزما کے دیکھ لیں پہلے دور کی نانیاں دادیاں کسی مسلک، کسی جماعت کی ہوں وہ سر سے پاؤں تک چھپی ہوتی تھیں۔ حنفی، شافعی، مالکی، کوئی اعتراض نہیں تھا۔ آج جب سے مسلمان غیر مسلم ممالک میں نکلے، تب سے یہ ایشو شروع ہو گئے اور آج بھی یہ ایشوز انہیں ممالک میں بڑے ہیں جہاں لوگ مینار ٹیز میں رہتے ہیں۔ آپ کی مرضی ہے آپ کریں یا نہ کریں۔ اپنے ممالک میں کوئی کرتا ہے یا نہیں کرتا کوئی اس کو چیلنج نہیں کرتا، لیکن آج کے دور میں لوگ چیلنج کرتے ہیں۔

تو ہمارے لئے ان آیات سے کیا پتہ چلا کہ وحی کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور آج ہمیں بھی کرنا ہے۔ کسی چیز پر ہاتھ پھیر دینا اس کو اپرو کرنا ہوتا ہے۔ برائی کو دیکھ کر ہر ممکن بچنے کی کوشش کرنی ہے۔ ایک جملہ کہ چھوٹے لوگوں کی بڑی بڑی باتیں بھی قیامت کے دن چھوٹی ہو جائیں گی۔ "قبائل الرجل الصغیر" چھوٹے آدمی کے بڑے گناہوں کو بھی اللہ نظر انداز کرے گا کہ چھوڑ اس کو عقل اور سمجھ ہی نہیں تھی لیکن "صغائر الرجل کبیر" لیکن بڑے آدمی کے صغیرہ گناہ بھی بڑے ہو جاتے ہیں۔ ان تین آیات میں اللہ کے نبی پہ کتنا زور ہے۔ یعنی اللہ اپنے نبی کو ان آیات میں ایک قسم کی سختی سے کہہ رہے ہیں اگر آپ نے ان کی بات مان لی تو آپ ان کے فتنوں میں آجائیں گے۔ بالکل اسی طرح کا انداز سورۃ قیامہ کی آیت میں بھی آتا ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿٤٦﴾ اے نبی اگر آپ نے ان کے کہنے پر ہمارے حکم کے بغیر کوئی بات کہہ دی، سود یا شراب کو حلال کہہ دیا تو ہم آپ کی رگِ گردن کاٹ دیں گے۔

آپ کو یوں پکڑیں گے جیسے کسی کو سولی دینے سے پہلے پکڑا جاتا ہے۔

تو یاد رکھیں سب ٹھیک ہے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ ورنہ تو گمراہ لوگ بھی ٹھیک ہو جائیں۔ کسی کا جملہ ہے جس دین والے کو سب ٹھیک لگے، سمجھیں ادھر کوئی دال میں کالا ہے۔ یہاں ایک اور بات پتہ چلتی ہے کہ اگر دین کا کام آپ کرتے ہیں ضروری نہیں کہ آپ سب کو خوش کریں۔ عموماً سوسائٹ نفس کے پیچھے چل رہی ہوتی ہے۔ سوسائٹی میں کچھ لوگ اچھے کام کرتے ہیں۔ کچھ قانون کو مانتے ہیں، کچھ قانون شکن ہوتے ہیں۔ اب ایک بندے نے بات کی کہ لوگوں قانون کو مانو، اس بات سے وہی لوگ خوش ہوں گے جو قانون کو مانتے ہیں۔ وہ لوگ کبھی خوش نہیں ہوں گے جو قانون شکنی کرتے ہیں۔ یہاں سے یہ بات سمجھ آئی کہ حق بات کرنے والے سے کبھی بھی باطل خوش نہیں ہو سکتے۔ جن کی شراب کی دکانیں ہیں وہ شراب کا موضوع سننے کے بعد خوش نہیں ہوں گے۔ اسی طرح جو دین کا کام کرنے والا ہوتا ہے وہ دین کے خلاف سننا پسند نہیں کرے گا۔ دین کا کام کرتے ہوئے اس بات کو دماغ سے نکال دیں کہ لوگ مجھ سے خوش ہوں گے۔ جیسے پیچھے ہم نے سورۃ توبہ میں پڑھا کے منافقین نے مسجد ضرار کا افتتاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کروانا چاہا کہ ایک دفعہ آپ یہاں نماز پڑھ دیں تو لوگ کہیں گے کہ یہاں تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی آتے جاتے ہیں۔ اس طرح لوگ ایک ریفرنس لے کر چل پڑتے ہیں۔

لہٰذا اگر دین کا کام کرنا ہے تو ہوشیار رہ کر چلیں۔ انسان کا سب سے بڑا فتنہ اپنے نفس کا فتنہ ہوتا ہے۔ اسی طرح کے فتنہ سے بچنے کے لئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی دعا مانگتے تھے اور ہمیں بھی سکھا گئے اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلَى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ اے اللہ میں تیری رحمت کی امید رکھتا

ہوں، پس پلک جھپکنے کے برابر بھی مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کرنا۔ کیونکہ ایک لفظ کی بھول منزل سے بہت دور لے جاتی ہے۔ اس کو ”عصمت انبیاء“ کہتے ہیں۔ عصم۔ بچنے کو کہتے ہیں، عاصم بچانے والا۔ اللہ کے ساتھ جتنا گہرا تعلق ہو گا، اللہ آپ کو غلط فیصلوں سے بچالے گا۔

دنیا میں لوگ دوسروں کی باتوں میں آ کر باتیں کرتے ہیں، غلط کام کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ساتھی پریشر ڈال کر غلط فیصلہ کروالیتے ہیں۔ لہٰذا خود کو اللہ کے حوالے کریں۔ جب آپ کا اپنے اللہ سے گہرا تعلق ہو گا تو آپ لوگوں کے پریشر میں نہیں آئیں گے۔ اور دین کے کام کرنے والے بندے کو تو فولادی اعصاب کا مالک ہونا چاہیے۔ کیونکہ معاشرہ کچھ اور ہوتا ہے، لوگوں نے کچھ اور کیا ہوتا ہے۔ اور جو دین پر نئے نئے آتے ہیں اُنہیں کچھ پتا ہی نہیں ہوتا۔ ان لوگوں نے وہ چیز دیکھی ہی نہیں ہوتی اور نہ ہی پڑھی ہوتی ہے۔ اس لئے اُن کو ان کے فائدے کا ہی نہیں پتہ ہوتا۔ اللہ کے نبی ﷺ تھے۔ وہ واپس نہیں پلٹنے والے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ہم سب کو سکھا دیا کہ وہ کرو جس میں دین کا فائدہ ہے۔ دین کے کام کرنے کا یہی بہترین اصول ہے، ورنہ لوگ آپ کے قدم اکھاڑ دیں گے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر انسان فتنوں میں آ جاتا ہے۔

آیات سے عملی باتیں۔

1۔ پہلی بات لِيُخْرِجُوْكَ تمہیں نکال دیں گے، تیرے قدم ہٹا دیں گے۔ بعض دفعہ دین کے کام میں اس طرح کی باتیں ہوتی ہے کہ شیطان درپردہ ان لوگوں سے وہ کام لے رہا ہوتا ہے، جو بڑے اخلاص کے ساتھ کام کر رہے ہوتے ہیں، کہ یہ کام کسی طرح ختم ہو جائے۔ شیطان کی ان کوششوں سے بچنے کا

راز، اللہ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جتنا آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرتے جائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس میں آسانیاں کرتا جائے گا۔

2۔ دوسرے ان آیات میں ایک دھمکی ہے کہ اگر آپ کو یہاں سے نکال بھی دیتے ہیں تو پھر یہ خود بھی نہیں رہیں گے اور آنے والے وقت میں یہ بات سچ ثابت ہوئی۔ صرف ایک سال کے بعد بدر کے میدان میں وہ بڑے بڑے ستر سردار مارے گئے، جنہوں نے اللہ کے نبیؐ کو مکہ سے نکالنے میں شرکت کی تھی، حصہ دار بنے تھے۔ کیونکہ جب کوئی کسی کے لئے گڑھا کھودتا ہے تو وہ اس میں خود بھی گرتا ہے اور یہ حقیقی بات ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں اتنے روڑے اٹکائے گئے کہ اگر صحابہ کرام میں، ابو بکر، عثمان والا ایمان نہ ہوتا تو سارے بکھر جاتے۔ جو کمزور دل سے آتا ہے پھر وہ واپس بھی آرام سے ہی چلا جاتا ہے۔ لیکن جن کے دلوں میں ایمان جڑیں بنا چکا ہوتا ہے، پھر وہ واپس نہیں ہوتے۔ اور اگر یہ لوگ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نہ بھی نکالتے تو ان پر ایک عذاب آنا تھا اور پھر یہ سب چلے جاتے۔

یہ بات اللہ سبحانہ وتعالیٰ اگے بھی فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کی سنت ہے، ہر نبی کے ساتھ یہی ہوا کہ جب نبی کسی قوم سے نکل جاتا تھا تو کیا ہوتا تھا۔

سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا ۖ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ﴿٧٧﴾

یہ ہمارا مستقل طریق کار ہے جو اُن سب رسولوں کے معاملے میں ہم نے برتا ہے جنہیں تم سے پہلے ہم نے بھیجا تھا، اور ہمارے طریق کار میں تم کوئی تغیر نہ پاؤ گے۔

یعنی اے نبی فکر نہ کیجئے، غم نہ کیجئے، آپ کے ساتھ ہمارا معاملہ کوئی نیا نہیں ہے۔ ہمیشہ سے ایسے ہی رہا، ہر دور میں یہی رہا۔ پہلے رسولوں کو بھی جب قوم نے بہت ستایا اور پھر جب رسولوں نے قوم کو چھوڑا تو اس کے بعد یہی ہوا اور ایسے ہی مکہ والوں کے ساتھ بھی ہوا۔ مکہ ہجرت کی، ایک سال بعد بدر ہو گئی، جس میں ستر مارے گئے۔ سن چھ ہجری میں جب مسلمان وہاں گئے تو کہا جنگ نہیں ہو گی۔ ٹھیک دو سال بعد مکہ فتح ہو گیا، وہ لوگ جو کل مکہ کے چوہدری بنے ہوئے تھے، مکہ کی چابیاں سنبھالے بیٹھے تھے، آج ان کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت ہی نہ رہی۔ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معاملہ کیوں ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ کی نعمت کا انکار کیا۔

تو ہمارے لئے عمل کی بات یہی ہے کہ جب اللہ سبحان و تعالیٰ ہمیں کوئی نعمت دیتا ہے، تو اس نعمت کا استعمال کرنا اور اس کا صحیح فائدہ اٹھانا، اس نعمت کو باقی رکھنے والا ہوتا ہے۔ اور یہ تو اللہ تعالیٰ نے ایک بہانہ بنایا۔ انہوں نے اللہ کے نبی کو فورس کر کے نہیں نکالا تھا، حالات ایسے بنا دیے تھے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلیں۔ مکہ میں کوئی خیر نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہاں رہنا ایسے ہی تھا جیسے اپنا وقت ضائع کرنا ہے۔ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس سے بہتر راستہ رکھ دیا۔ دعا ہے کہ ہمیں دین پر لوہے سے زیادہ مضبوط کر دے کہ اللہ کی نظر میں جو دین کی باتیں صحیح اور درست ہیں، اس پہ جم جائیں۔

آج کسی بھی پڑھے لکھے فورم پہ جا کے بات کریں تو آج بھی لوگوں کو دین کی طرف بلانے کا معروف طریقہ یہی ہے کہ لوگوں کی بھی کچھ مان لو اور اپنی بھی کچھ منوالو۔ بس بزرگوں کی خدمت کر لو، اس دین میں جس میں نہ نماز ہے، نہ روزوں کی پابندی ہے۔ ویسا دین تو سب کو ہی اچھا لگے گا۔ دین کے

لیئے جو اندر تڑپ ہونی چاہیئے وہ پیروں کی خدمت کر کے نکال دی، اور اللہ پیچھے رہ گیا۔ جس طرح جسم کے اندر سے ہڈیاں نکل جائیں تو پیچھے گوشت کا ایک ڈھیر ہے تو یہ چیزیں دین اسلام کے بنیادی ارکان ہیں۔

اس امت کا کیا بنے گا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ امت میں بہت بڑا بگاڑ آئے گا اور تم اس دنیا میں اتنے فتنے دیکھو گے کہ انسان صبح اٹھے گا تو مسلمان ہو گا اور رات کو سوئے گا تو کافر ہو گا۔ لیکن ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں ایک گروہ حق پر ہو گا اور وہ گروہ قرآن والے ہوں گے، جو اللہ اور اس کے رسول کے دین کو بنیاد بنا کر اُسے ساتھ لے کے چلتے ہیں۔

تو انشاء اللہ جتنا زیادہ سیکھتے جائیں گے، آپ سب کو خود بھی یقین ہو گا۔ باقی سب باتیں انسانوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ لہٰذا حق کا ایک وزن ہو تا ہے اور جس کے پاس حق آ جائے، پھر اس کو اس پہ جم جانا چاہیے اور پھر وہ تھوڑے سے لوگ بھی اگر دنیا میں اپنی بات کو لے کر چلتے ہیں تو ایک وقت آئے گا کہ لوگ پھر انھیں کی بات کو فالو کریں گے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دین جب شروع ہوا تھا تو اجنبی تھا، لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یہ ان کو کیا ہو گیا ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ دین کو ماننے والے، دین پر عمل کرنے والے اجنبی ہو جائیں گے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری سنائی اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں بھی اجنبی بنا دے۔ آمین